عمر خیّام اور فِٹز جیرالڈ

تقدیس زہرا

ABSTRACT:

It is said in the sense of literature that brevity to the essence of elucidation. Keeping in view this axiom I have put some thing in a nutshell, paying homage to Omer Khayyam the quartrain vocalist and interpreter Edward Fitzgerald as well. Both of the scholars have done justice to their masterpiece. So we pay a profound appreciation to those who live, let live and live forever in our hearts.

عمر خیام سلجوقی عہد کا مشہور ایرانی ہیئت دان، ماہرِ فلکیات، ریاضی دان اور نام وَر شاعر تھا۔ اس کا پورا نام ابوالفتح عمر بن ابراہیم تھا اور وہ ۱۰۴۸ء میں نیشاپور کے مقام پر پیدا ہوا جب کہ ۱۱۳۱ء میں اسی شہر میں وفات پائی(۱) اس کی زندگی اور شخصیت کے حوالے سے تسلی بخش معلومات بہت کم ملتی ہیں اور جو کچھ بھی تحقیق سے اس کے بارے میں معلوم ہو سکا ہے وہ اس کی تصانیف اور چند دیگر عصری اور داخلی شہادتوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا ہے۔ عمر خیام نے ایرانی صوبے خراسان میں اپنے آبائی شہر نیشاپور ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جوانی کا دور اس نے بلخ میں گزارا اور تعلیم مکمل کر لینے کے بعد اس نے معلّمی کا پیشہ اختیار کیا اور ایران کے شاہی دربار سے وابستہ ہوا۔ عمر خیام ایرانی بادشاہ سلطان جلال الدین سلجوقی (۱۰۷۲ء تا ۱۰۹۲ء) کے دربار سے وابستہ علما میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے علمی تبحر اور فنِ شاعری میں مہارت کے سبھی معترف تھے۔

عمر خیام اپنی زندگی میں دو اہم کارناموں کی بدولت بہت شہرت رکھتا ہے۔ اوّل ریاضی دان اور ماہر فلکیات اور دوم رباعی گو کی حیثیت سے۔ اپنی پہلی حیثیت سے اس کا خاص کارنامہ ایک رصدگاہ کا قیام اور ایرانی تقویم کی اصلاح اور بہتری ہے جب کہ اپنی رباعیات کی وجہ سے وہ یورپ کے ادبی و علمی حلقوں میں بھی مشہور ہوا اور اس کی رباعیات کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ ویسے تو وہ فلسفی اور محقق بھی تھا مگر زیرِنظر مقالے میں اس کی انھی

دو خصوصیات کا ذکر کیا جائے گا۔

عمر خیام کو سلطان جلال الدین سلجوقی نے بطور خاص ایک کام پر مامور کیا اور وہ کام یہ تھا کہ وہ ایرانی تقویم کی از سرِ نو اصلاح و ترتیب کا کام انجام دے۔ یہ ذمہ داری اسے سونپنے کی وجہ یہ تھی کہ عمر خیام علمِ فلکیات کا ماہر اور ہیئت دان بھی تھا۔ چنانچہ اس نے ایک سرکاری رصدگاہ بنائی اور اس کا تمام ریکارڈ نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اسے بڑے اہتمام سے قلم بند بھی کیا جسے ''زیچ ملک شاہی'' (۲) کا نام دیا گیا۔ دراصل ایران میں اس سے پہلے ''پارسی تقویم'' رائج تھی جسے زرتشت کے سالِ پیدائش ۵۶۸ ق م (۳) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بھی درست نہیں مگر سالہا سال سے چلی آ رہی ہے۔ اس تقویم کو سائرس یعنی کوروشِ اعظم سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی پارسی تقویم کو بعد میں جدید ایرانی تقویم میں تبدیل کرنے والا بادشاہ یزدگرد / یزدجُرد سوم تھا جسے شہریارِ ساسانی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تقویم ۶۳۲ء میں رائج ہوئی (۴) یہی یزدگُردی تقویم ملک شاہ سلجوقی کے پیش نظر تھی اور اس نے اسے بدل کر ''جلالی تقویم'' کا نام دیا۔ اس اہم سائنسی کام کے پیچھے عمر خیام کا علم تھا اور اس نے یہ تقویم ایران کے مشہور شہر اصفہان میں تشکیل دی جب کہ سال تھا ۱۰۷۹ء۔ (یہ تمام ایرانی تقویمیں شمسی تھیں اور اسی جلالی تقویم سے بعد میں جدید ایرانی تقویم ۱۹۱۱ء میں اخذ کی گئی جسے ۱۹۲۵ء میں مزید نئے اور سائنسی خطوط پر استوار کیا گیا اور آج تک یہی کیلنڈر ایران میں رائج ہے جس کا پہلا مہینا فروردین اور آخری اِسفند ہے جب کہ سال کا پہلا دن ''نوروز'' کہلاتا ہے جو عیسوی یا گریگورین کیلنڈر کے مطابق ۲۱۔ مارچ کے دن پڑتا ہے۔) اس تقویمی تفصیل کے لیے دیکھیے سید سلیمان ندوی کی تصنیف ''عمر خیام'' جس میں انھوں نے بہت وضاحت و صراحت کے ساتھ ساری معلومات درج کر دی ہیں۔

اس سارے عمل کے پیچھے عمر خیام کا ذہن کام کر رہا تھا اور اس کام میں مزید آٹھ لوگ اس کی معاونت کر رہے تھے۔ تقویم کی اس ترتیبِ نو میں اس کا متحرک اور سائنسی ذہن یقیناً بہت فعال رہا ہوگا۔ دراصل عمر خیام فلسفے، اصولِ قانون، تاریخ اور الجبرا جیسے علوم کا ماہر تھا۔ علاوہ ازیں وہ بطور سائنس دان اور ہیئت دان بھی خاصی شہرت رکھتا ہے اور ان علوم پر اس کی تصانیف بھی نہایت اہمیت رکھتی ہیں۔ اس نے اُقلیدس، تصوف اور طبیعات جیسے موضوعات پر رسالے لکھے جن کی تفصیل اگلی سطور میں دی جائیں گی۔ اس کے تحریر کردہ بعض مخطوطات بھی پیرس اور لندن میں موجود ہیں۔

مختلف مورخین اور تذکرہ نگاروں نے اسے اپنے وقت کا فقیدالمثال عالم قرار دیا ہے اور اس کے سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ اس کے تصنیف کردہ رسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے اسے اپنے وقت کے دو اہم لوگوں کا ساتھ بھی ملا جنھوں نے اس کے سوانحی کوائف اور تصانیف کو اپنی کتابوں میں درج کیا۔ ان میں سب سے پہلے ابوالحسن بیہقی کا نام آتا ہے۔ بیہقی نے اپنی تصنیف ''تاریخ الحکما'' میں عمر خیام کا تذکرہ کیا اور اس کے تبحرِ علمی کی وجہ سے اسے بوعلی سینا کا معتقد قرار دیا (۵) بیہقی اسے الدستور الفیلسوف حجۃ الاسلام عمر بن ابراہیم الخیام کے نام سے یاد کرتا ہے۔ عمر خیام کا دوسرا اہم سوانح نگار نظامی عروضی سمرقندی ہے (مصنف ''چہار مقالہ'') اس نے ۱۱۱۲ء یا

۱۱۱۳ء میں عمر خیام سے بلخ میں ملاقات کی تھی اور اس کے حالات وسوانحی کوائف درج کیے تھے۔ اس حوالے سے سید سلیمان ندوی نے اپنی تصنیف ''عمر خیام'' کے ص ۹ پر تفصیلی معلومات دی ہیں۔ چنانچہ کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا جو عمر خیام کی علمی حیثیت کے مان لینے میں مانع ہو۔ انھی سوانح نگاروں نے عمر خیام کی اکیس اہم تصانیف کی فہرست بھی دی ہے جس میں سے چند ایک کا یہاں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (ان میں سے زیادہ تر کا ذکر بیہقی نے ''تاریخ الحکما'' میں کیا ہے۔)

۱۔ رسالۂ مختصر طبیعات	۲۔ رسالۂ بحثِ وجود
۳۔ رسالۂ کون و تکلیف	۴۔ رسالۂ لوازم الامکنہ
۵۔ زیچ ملک شاہی لعمر الخیام	۶۔ کتابِ اقلیدس
۷۔ رسالہ فی الجبر والمقابلہ	۸۔ رسالہ نوروز نامہ
۹۔ میزان الحکم	۱۰۔ رباعیات عمر خیام
۱۱۔ رسالہ فی شرح ما اشکل من مصادرات	

عمر خیام کی شخصیت کا دوسرا اہم حوالہ اس کی شاعری ہے جس میں بطور خاص رباعیات اس کے نام کو آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کی شاعری کے کل دستیاب نسخوں کو ملا کر اس کی رباعیات کی تعداد بارہ سو کے قریب بنتی ہے تاہم ان میں یقیناً اس کا الحاقی کلام شامل ہو گیا ہو گا۔ کیوں کہ کسی بھی روایت کو تحقیقی پیمانے پر پرکھنے کے لیے کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ بنابر احتیاط کہا جا سکتا ہے کہ الحاقی کلام کو نکال بھی دیا جائے پھر بھی محققین کی رائے کے مطابق اس کی رباعیات کی تعداد پانچ سو تک پہنچ جاتی ہے۔[۶] بحیثیت شاعر عمر خیام کا نام مشرق اور مغرب ہر دو جگہ مقبول و معروف ہے اور اس حوالے سے اِس کی رباعیات کا اردو، انگریزی اور فرانسیسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کی رباعیات کے چند اردو تراجم درج ذیل ہیں:

۱۔ آغا شاعر قزلباش۔ خُم کدۂ خیام۔ کراچی: کتاب محل، طبع دوم، ۱۹۷۶ء

آغا شاعر کا یہ ترجمہ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا اور اس میں دوسو رباعیاں شامل تھیں۔

۲۔ سیّد سلیمان ندوی۔ عمر خیام۔ جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء

یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں دارالندوہ سے شائع ہوئی تھی اور اس میں عمر خیام کی سوانح اور رباعیات شامل ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر عصمت جاوید۔ گلبانگِ خیام۔ لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۱ء

۴۔ مسرور الٰہی خان۔ رباعیاتِ خیام۔ لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عمر خیام کی فارسی رباعیات اور ان کا انگریزی ترجمہ از فٹز جیرالڈ نیز مسرور صاحب کا اردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ یہ مصور نسخہ نہایت دیدہ زیب آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے۔

اب آیئے مقالے کے دوسرے اہم جزو یعنی رباعیات عمر خیام کے انگریزی ترجمے کی طرف۔ یہ ترجمہ ایڈورڈ فٹز جیرالڈ (Edward Fitzgerald) نے ۱۸۵۹ء میں کیا جب کہ ۱۸۶۷ء میں نکولس (Nicolos) نے فرانسیسی

ترجمہ شائع کیا:

''۔۔۔اُس زمانے کی انگریزی شاعری میں ایک تکلف تھا۔۔۔تاہم شدت اور گہرائی جیسے تمام مشرقی اثرات اُس وقت ایک پائیدار صورت پکڑ گئے جب ایڈورڈ فٹز جیرالڈ نے رباعیاتِ عمر خیام کا نفیس ترجمہ اپنے ہم عصروں کے پیش نظر کیا۔'' (۷)

فٹز جیرالڈ کے علاوہ بھی یقیناً اور بہت سے لوگوں نے ان رباعیات کا انگریزی ترجمہ کیا ہوگا تاہم ان میں سے ایک اور ترجمے کا ذکر اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو پیٹر ایوری (Peter Avery) نے کیا:

Peter Avery. The Ruba'iyat of Omer Khayyam.
London: Penguin Books, 1979

تاہم اس وقت میری توجہ صرف فٹز جیرالڈ کے ترجمے پر ہے۔ اس کے ترجمے کی طبع ثانی کے وقت بطور خاص (۱۸۶۸ء) مغربی ممالک میں خیام کے حوالے سے تحسین وآفرین کا شور بلند ہوا اور اس میں سے بہت سی تعریف فٹز جیرالڈ کے حصے میں بھی آئی۔

ایڈورڈ فٹز جیرالڈ (۱۸۰۹ء۔۱۸۸۳ء) (۸) معروف انگریز شاعر اور مترجم تھا۔ اس کی پیدائش سفوک (Suffolk) میں ہوئی اور وہیں اس نے اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ گزارا۔ اس کے والدین کافی متمول تھے اور ان کی انگلستان اور آئرستان میں کافی جائیداد تھی۔ جیرالڈ نے کنگ ایڈورڈ سکول اور ٹرینٹی کالج کیمبرج میں تعلیم حاصل کی مگر کبھی کسی پیشے سے مستقبل وابستہ نہ رہا اور تمام عمر اپنے مزاج اور افتادِ طبع کے تحت من پسند کام کیا (۹) وہ اپنی نفیس طبع اور مسحور کن شخصیت کی بدولت اپنے قریبی دوستوں تھیکرے، ٹینی سن اور کارلائل میں بہت مقبول تھا۔ جیرالڈ کی ابتدائی تصانیف طبع زاد تھیں مگر بعدازاں اسے اپنے تراجم کی وجہ سے شہرت ملی۔ اس نے یونانی ڈراما نگاروں ایس چی لس (Aeschylus) اور سوفوکلیس (Sophocles) کے ڈراموں کا ترجمہ کیا لیکن اس کا مشہور عالم کارنامہ عمر خیام کی رباعیات کا ترجمہ ہے (۱۰) یہ ترجمہ پہلی بار ۱۸۵۹ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۸۶۸ء میں شائع ہوا۔

ایڈورڈ فٹز جیرالڈ نے ترجمہ کرنے کے لیے خاص طریقہ کار اختیار کیا۔ دراصل اس کا نظریہ تھا کہ شاعر کے خیال اور مزاج کے اصلی جوہر کو ترجمہ میں پیش کرے یعنی محض لفظی ترجمہ نہ ہو (۱۱) کیوں کہ اس طرح تخلیق کا حسن ختم ہو جاتا ہے اور شاعری کی روح مر جاتی ہے۔ وہ شاعری کا بہت زیادہ معترف بھی تھا لہٰذا ترجمہ کرتے ہوئے اس کی اصل خوب صورتی کو مجروح ہونے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ اسی کوشش کے تحت اس نے رباعیات خیام کا ترجمہ کیا اور اہلِ فن سے داد سمیٹی۔ نقادوں کا خیال ہے کہ جیرالڈ نے ان رباعیات کا عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ اس نے فارسی ادب سے کچھ اور چیزیں بھی ترجمہ کیں جیسے عطاؔر کی مثنوی ''منطق الطیر'' کو "Bird Parliament" کے نام سے اور جامیؔ کی بھی چند تخلیقات اور ان تراجم نے اسے بامِ شہرت پر پہنچا دیا۔ حقیقت میں وہ ایک نفیس مزاج مترجم تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ترجمہ بذاتِ خود ایک مشکل کام ہے اور جیرالڈ نے شوق سے اس کام میں ہاتھ ڈالا اور ترجمے کے اسی ہنر نے اسے انفرادیت بخشی ہے۔ جیرالڈ نے یقیناً ایک

مشکل اور تکنیکی کام کا انتخاب کیا تھا۔ اسے فارسی زبان سے ضرور لگاؤ رہا ہوگا تبھی اس نے مختلف اور منفرد فارسی ادب پاروں کا ترجمہ کیا اور داد سمیٹی۔ اس فطری مناسبت سے اس سے اتنا عمدہ کام کروایا۔ اُس کے تراجم کو مورخِ ادب اور نقاد اہم کام قرار دیتے ہیں اور ضرورت بھی اس امر کی ہے کہ ترجمے کو اصل کے قریب رہ کر اخذ کیا جائے ورنہ وہ تخلیق کا حسن بھی مجروح کر دے گا۔ جیرالڈ ایسے مشقتی مترجمین کی ذیل میں نہیں آتا جو ترجمے کو بیگار بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ رباعیاتِ خیام کے ترجمے نے اسے وقار اور اعتبار ہی بخشا ہے اور آج بھی ادبی حلقوں میں اسے پذیرائی حاصل ہے۔ ان صفحات پر اس کی ترجمہ شدہ چند رباعیات کو فارسی متن کے ساتھ دیا جا رہا ہے:

در کارگہ کوزہ گری رفتم دوش
دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش
ناگہ یکی کوزہ بر آورد خروش
کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش

And strange to tell, among that Earthen Lot
Some could articulate, others not :
And suddenly one more impatient cried
"Who is the Potter, pray , and who the Pot?" (۱۲)

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
وین حل معا نہ تو دانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوی من و تو
چون پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

There was a Door to which I found no Key
There was a Veil past which I could not see
Some little Talk awhile of ME and THEE
There seemed - and then no more of THEE and ME (۱۳)

می خوری کہ ز دل کثرت و قلّت ببرد
و اندیشۂ ہفتاد دو ملّت ببرد
پرہیز مکن ز کیمیائی کہ از او
یک جرعۂ خوری ہزار علّت ببرد

The Grape that can with Logic absolute
The Two-and-Seventy jarring Sects confute :

The sovereign Alchemist that in a trice
Life's leaden metal into Gold transmute ; (۱۴)

هر جا هر گلی و لاله زاری بودست
آن لاله ز خون شهریاری بودست
هر برگ بنفشه کز زمین میروید
خالیست که بر روی نگاری بودست

I sometimes think that never blows so red
The Rose as where some buried Caesar bled ;
That every Hyacinth the Garden wears
Dropt in its Lap from some once lovely Head. (۱۵)

گر بر فلکم دست بدی چون یزدان
برداشتمی من این فلک را ز میان
از نو فلک دگر چنان ساختمی
کازاده بکام دل رسیدی آسان

Ah, Love, could thou and I with Fate conspire
To grasp this sorry Scheme of Things entire!
Would not we shatter it to bits - and then
Remould it near to the Heart's Desire! (۱۶)

این چرخ و فلک که ماورا و حیرانیم
فانوس خیال از او مثالی دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس
ما چون صوریم کاندر و گردانیم

For in and out, above, about, below,
Tis nothing but a Magic Shadow-show,
Play'd in a Box whose Candle is the Sun,
Round which we Phantom Figures come and go. (۱۷)

یک چند بہ کودکی باستاد شدیم
یک چند ز استادی خود شاد شدیم
پایان سخن شنو کہ ما را چہ رسید
از خاک در آمدیم و برباد شدیم

Myself when young did eagerly frequent
Doctor and Saint, and heard great Argument
About it and about : but evermore
Came out by the same Door as I in went (۱۸)

حوالہ جات

(۱) رقیہؔ جعفری، سرفراز احمد (مرتبین)۔ دنیا کے عظیم سائنس دان۔ لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۲ء، ص ۷۸
(۲) ایضاً۔ ص ۸۰
(۳) ذوالفقار ارشد گیلانی۔ تاریخ کا سفر۔ لاہور: علم دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۳۴۹
(۴) ایضاً۔ ص ۳۴۹
(۵) اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جلد ۲/۴۔ لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۲۰۰۱ء، ص ۲۴۱
(۶) ایضاً۔ ص ۲۴۳
(۷) میراجی۔ مشرق و مغرب کے نغمے۔ کراچی: آج، ۱۹۹۹ء، ص ۸۶
(8) Drabble, Margaret. ***The Oxford Companion to English Literature***. Oxford: Oxford University Press, 5th Edition, 1995, P 351
(9) Ibid.
(10) Ibid.
(۱۱) میراجی۔ مشرق و مغرب کے نغمے۔ ص ۸۶
(۱۲) مسرور الٰہی خان (مترجم و مرتب)۔ رباعیاتِ خیام۔ لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۲۴، ۲۵
(۱۳) ایضاً۔ ص ۲۶، ۲۷
(۱۴) ایضاً۔ ص ۳۲، ۳۳
(۱۵) ایضاً۔ ص ۳۸، ۳۹
(۱۶) ایضاً۔ ص ۴۲، ۴۳
(۱۷) ایضاً۔ ص ۷۰، ۷۱
(۱۸) ایضاً۔ ص ۷۴، ۷۵